UMAR MEDIA

عسکری تنظیمات کیلئے بقاو کامیابی کے اصول



جمع وترتیب :

مفتی ابو منصور عاصم نورولی محسود

مکتبہ عمر
MAKTABA E UMAR

نام کتابچہ :..... عسکری تنظیمات کے لئے بقاو کامیابی کے اصول
جمع وترتیب:..... مفتی ابو منصور عاصم نور ولی محسود حفظہ اللہ
نظرِ ثانی:..... حاجی امداد اللہ
اشاعتِ اول۔۔۔۔اکتوبر 2026 جمادی الاول 1448ھ ق
ناشر /ادارہ:..... مکتبہ عمر
ویب سائٹ۔۔۔۔۔۔۔ https://umnewsdesk.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ رب العالمین ،والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی آلہ و صحبہ اجمعین ،امابعد !

زیرِ نظر کتابچہ ایک انتہائی اہم ،فکر انگیز اور عملی موضوع پر مرتب کیا گیا ہے۔اس تحریر کا بنیادی مقصد ان اسباب، معروضی حقائق اور اسٹریٹجک اصولوں کو اُجاگر کرنا ہے جو کسی بھی مسلح یا انقلابی تحریک کی بقا، استحکام یا پھر اس کے تنزل اور ناکامی کا باعث بنتے ہیں۔اس مختصر مگر جامع علمی کاوش میں ایک بین الاقوامی تحقیقی ادارے کے طویل المدتی شماریاتی جائزوں کے خلاصے کو بھی تحلیلی انداز میں پیش کیا گیا ہے جس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ محض محاذِ جنگ کی طاقت کسی تحریک کے خاتمے یا کامیابی کا واحد معیار نہیں ہے، بلکہ سیاسی تدبر، عوامی حمایت اور استخباراتی بیداری بنیادی سنگ میل ہیں۔اس کے علاوہ کتابچے میں تنظیمی وحدت، ایک قیادت، مالی خود کفالت، شرعی و اخلاقی حدود کی پاسداری اور عوامی حقوق کی رعایت جیسے بنیادی زریں اصولوں کے ساتھ ساتھ عملی میدان کے گراں قدر تجارب کو بھی احاطہ تحریر میں لایا گیا ہے۔اللہ سے اُمید ہے کہ یہ علمی و تحلیلی دستاویز تحریکی، دفاعی اور فکری میدانوں کے ماہرین اور ارباب حل و عقد کے لئے ایک مفید مشعلِ راہ ثابت ہوگی۔اللہ تعالیٰ اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور اُمت مسلمہ کو بصیرت و اتحاد نصیب فرمائے۔آمین

مفتی ابو منصور عاصم نور ولی محمود

عسکری تنظیمات کے عروج وزوال اور ان کی بقا و کامرانی کے اسباب کو سمجھنے کے لئے محض نظری مفروضوں پر اکتفا کرنے کی بجائے تاریخی حقائق اور سائنسی جائزوں کا سنجیدہ ادراک حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔ لہذا اس کتابچے کے آغاز میں ایک عالمی اور شماریاتی تجزیہ دیا گیا ہے تاکہ ہمیں جدید ریاستی حکمت عملیوں اور جنگی حرکیات کا حقیقت پسندانہ ادراک حاصل ہو سکے۔ ذیل میں امریکی تحقیقاتی ادارے رینڈ کارپوریشن کی ایک جامع تحقیق کا خلاصہ پیش کروں گا جس میں دنیا بھر کی عسکری تنظیموں کے انجام کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ جائزہ ہمیں اس بات کا فہم فراہم کرے گا کہ ریاستیں ان تنظیمات کا مقابلہ کرنے کے لئے کیا اقدامات اٹھاتی ہیں اور عسکریت پسند گروہ کن بنیادی اسباب کی بنا پر کامیابی سے ہمکنار یا زوال سے دوچار ہوتے ہیں۔

1۔ رینڈ کارپوریشن کی رپورٹ کے اہم نکات اور خلاصہ

امریکی تحقیقی ادارے رینڈ کارپوریشن کے محققین نے 1968 سے 2006 تک دنیا میں مختلف اوقات میں فعال رہنے والی 648 عسکری تنظیموں کا ڈیٹا جمع کیا اور ان کے انجام کا تفصیلی جائزہ لیا اور 2008 میں اس تحقیق کے نتائج شائع کیے۔ محققین کے مطابق یہ عسکری تنظیموں کے خاتمے کے طریقوں کا پہلا منظم شماریاتی جائزہ تھا۔ اس رپورٹ کے مختصر خلاصے سے یہ اندازہ لگانا آسان ہو سکے گا کہ حکومتیں عسکری تنظیموں کو ختم کرنے کے لئے کیا کیا اقدامات کرتی ہیں اور مختلف عسکری تنظیمات کن اہم وجوہات سے خاتمے کا شکار ہوتی ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ امریکہ نے مختلف موضوعات پر تحقیق کے لیے متعدد تحقیقی ادارے اور مراکز قائم کر رکھے ہیں، جہاں عالمی، سیاسی، عسکری، معاشی اور سماجی امور پر طویل المدت تحقیقات کی جاتی ہیں۔ رینڈ کارپوریشن بھی انہی تحقیقی اداروں میں سے ایک ہے۔ اس نوعیت کے تحقیقی اداروں کی رپورٹس پالیسی سازی اور مختلف حکومتی اداروں کے لیے معلومات اور تجزیے کا ایک ذریعہ بنتی ہیں۔

(الف) اس تحقیق کا بنیادی سوال

رینڈ کارپوریشن کی اس تحقیق کا بنیادی سوال یہ تھا کہ عسکری تنظیمیں آخر کس طرح ختم ہوتی ہیں، اور حکومتیں انہیں کس طریقے سے شکست دینے میں کامیاب ہوتی ہیں؟

عام طور پر یہ تصور پایا جاتا ہے کہ عسکریت پسند تنظیموں کو ختم کرنے کا سب سے مؤثر طریقہ فوجی طاقت اور جنگ ہے، لیکن اس طویل المدت تحقیق کے نتائج نے اس معاملے کی ایک مختلف تصویر پیش کی۔

(ب) عسکری تنظیموں کا جائزہ:

محققین نے جن 648 عسکری تنظیموں کا جائزہ لیا، ان میں سے 268 تنظیمیں 2006 تک ختم ہو چکی تھیں۔ 136 تنظیمیں مختلف دھڑوں میں تقسیم ہو گئی تھیں۔ 244 تنظیمیں 2006 تک بدستور فعال تھیں۔ ختم ہونے والی 268 عسکری تنظیموں کے انجام کا جائزہ لینے سے ان کے خاتمے کے چار اہم طریقے سامنے آئے۔

1۔ سیاسی عمل اور مذاکرات — 43 فیصد

ختم ہونے والی عسکری تنظیموں میں 43 فیصد سیاسی عمل میں شامل ہو کر ختم ہوئیں۔ یعنی ان معاملات میں مسئلہ محض فوجی طاقت کے ذریعے حل نہیں ہوا، بلکہ سیاسی عمل، مذاکرات اور فریقین کے درمیان کسی نہ کسی درجے کے سمجھوتے کے ذریعے عسکریت کا خاتمہ ہوا۔ دوسرے

لفظوں میں، بعض تنازعات میں ''کچھ لو اور کچھ دو'' کی بنیاد پر فریقین کسی سیاسی حل تک پہنچے اور جنگ کا سلسلہ ختم ہوا۔

2۔ پولیس اور انٹیلی جنس کارروائیاں—40 فیصد

مزید 40 فیصد تنظیمیں پولیس اور انٹیلی جنس اداروں کی کارروائیوں کے نتیجے میں ختم ہوئیں۔ ان کارروائیوں میں تنظیموں کے اندر نفوذ، معلومات کا حصول، اہم ارکان کی گرفتاری یا ہلاکت اور تنظیمی نیٹ ورک کو توڑنا شامل تھا۔ پولیس اور انٹیلی جنس اداروں کو مقامی علاقوں، وہاں کے لوگوں اور عسکری تنظیموں کے خفیہ نیٹ ورکس کے بارے میں عموماً زیادہ مقامی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے وہ ان تنظیموں کے اندر نفوذ کرنے، ان کے رابطوں اور نیٹ ورکس کا سراغ لگانے، اہم ارکان تک پہنچنے اور تنظیمی ڈھانچے کو توڑنے میں زیادہ کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ چھوٹے اور خفیہ عسکری نیٹ ورکس کے خلاف یہ طریقہ خاص طور پر اہم ہو سکتا ہے۔ یہ ریاستی طاقت کا استعمال ضرور تھا، لیکن اسے باقاعدہ فوجی جنگ سے الگ شمار کیا گیا۔ اس لحاظ سے تحقیق کا یہ نتیجہ بھی اہم تھا کہ عسکری تنظیموں کے خلاف کامیابی حاصل کرنے کے لیے ہمیشہ مکمل فوجی جنگ کی ضرورت نہیں پڑتی۔

3۔ فوجی طاقت—صرف 7 فیصد

تحقیق کے مطابق ختم ہونے والی تنظیموں میں صرف 7 فیصد تنظیمیں بنیادی طور پر فوجی طاقت کے ذریعے ختم ہوئیں۔ یعنی مجموعی طور پر ختم ہونے والی عسکری تنظیموں کے ایک نسبتاً چھوٹے حصے کے خاتمے میں باقاعدہ فوجی طاقت بنیادی ذریعہ بنی۔ یہ جو سات فیصد کامیابی حکومتوں کو ملی ہے یہ بھی اسی وجہ سے کہ عسکریت پسندوں کی تعداد بہت کم ہو مثلاً دو ہزار سے کم ہو یا کسی ایک مخصوص علاقے میں ہو جیسا کہ انبار نامی علاقہ جو عراق میں ہے جس میں القاعدہ کی چھوٹی حکومت تھی اسے ختم کیا۔

4۔ اپنے مقاصد حاصل کرنے والی تنظیمیں—10 فیصد

تحقیق کے مطابق 10 فیصد تنظیمیں اپنے بیان کردہ مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوئیں۔ یعنی یہ مسلح تنظیمیں اپنے مقصد تک پہنچنے کے بعد ختم ہوئیں۔

(ج) ایک اہم تجزیاتی موازنہ

ان اعداد و شمار کو ایک دوسرے کے مقابل رکھیں تو ایک دلچسپ نتیجہ سامنے آتا ہے۔ صرف 7 فیصد معاملات میں حکومتیں فوجی طاقت کے ذریعے عسکری تنظیموں کو ختم کرنے میں کامیاب ہوئیں، جبکہ 10 فیصد معاملات میں عسکری تنظیمیں اپنے مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوئیں۔

ان دونوں اعداد کو ایک تجزیاتی موازنے کے طور پر جمع کیا جائے تو یہ 17 فیصد بنتے ہیں۔ یعنی اس تحقیق میں سامنے آنے والے نتائج میں 17 فیصد ایسے معاملات تھے جن میں مسلح تنازع کے کسی ایک فریق کو اپنے مطلوبہ نتیجے تک پہنچنے میں کامیابی حاصل ہوئی:

7 فیصد میں حکومت کو فوجی کامیابی ملی۔ 10 فیصد میں عسکری تنظیم اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب ہوئی۔ اس موازنے میں عسکری تنظیموں کی کامیابی کا تناسب حکومتوں کی فوجی کامیابی سے 3 فیصد زیادہ بنتا ہے۔

(د) فوجی طاقت کب زیادہ مؤثر ہو سکتی ہے؟

اس تحقیق سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیے کہ فوجی طاقت ہر صورت میں ناکام ہے۔ عسکری تنظیموں کے حجم، تنظیمی ڈھانچے، اسلحے، جغرافیائی کنٹرول اور مسلح صلاحیت میں بہت فرق ہوتا ہے۔

ایک چھوٹی مسلح تنظیم اور ایک بڑی منظم مسلح شورش ایک جیسی چیزیں نہیں ہیں۔ بڑی اور منظم مسلح تنظیمیں بعض اوقات باقاعدہ شورش کی شکل اختیار کر لیتی ہیں، جہاں فوجی طاقت کا کردار زیادہ اہم ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں فوجی طاقت زیادہ مؤثر ثابت ہو سکتی ہے، خصوصاً جب تنظیم اتنی بڑی اور طاقتور ہو جائے کہ وہ باقاعدہ مسلح جدوجہد کی شکل اختیار کر لے، جس میں دونوں جانب بڑے پیمانے پر ہلاکتیں اور مسلسل مسلح لڑائی ہوتی ہے۔

(ہ) مذہبی نظریے پر قائم عسکری تنظیمیں

محققین کے مطابق مذہبی نظریے پر قائم عسکری تنظیمیں عموماً زیادہ دیر تک قائم رہتی ہیں، تاہم اپنے مقاصد حاصل کرنے میں دوسری اقسام کی تنظیموں کے مقابلے میں کم کامیاب ہوتی ہیں۔

اسی طرح تحقیق میں یہ بھی سامنے آیا کہ جن تنظیموں کے سیاسی مقاصد نسبتاً محدود اور مخصوص ہوں، ان کے لیے سیاسی سمجھوتے اور مذاکرات کی طرف جانا زیادہ ممکن ہوتا ہے۔

(و) تحقیق کا بنیادی سبق

تقریباً چار دہائیوں پر محیط اس تاریخی ڈیٹا سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حکومتوں کے لئے عسکری تنظیموں کے خاتمے کے لیے جنگ اور فوجی طاقت واحد راستہ نہیں ہوتا۔

ختم ہونے والی تنظیموں میں:

43 فیصد سیاسی عمل کے ذریعے ختم ہوئیں۔

40 فیصد پولیس اور انٹیلی جنس کارروائیوں کے ذریعے ختم ہوئیں۔

7 فیصد فوجی طاقت کے ذریعے ختم ہوئیں۔

10 فیصد اپنے مقاصد حاصل کرنے کے بعد ختم ہوئیں۔

لہٰذا حکومتیں کسی عسکری تنازع کو سمجھنے اور حل کرنے کے لیے صرف جنگ کو واحد حل سمجھنے کے بجائے سیاسی مذاکرات، انٹیلی جنس اور پولیس کارروائیوں، مقامی سطح کی حکمتِ عملی اور جہاں ضروری ہو وہاں فوجی طاقت کے استعمال کو حالات کے مطابق دیکھتی ہیں۔

حکومتوں کے لیے بنیادی سوال یہ ہوتا ہے کہ کسی مخصوص عسکری تنظیم کی نوعیت، طاقت، مقاصد اور حالات کو دیکھتے ہوئے کون سا طریقہ عسکریت کے خاتمے اور مطلوبہ سیاسی نتیجے کے حصول میں زیادہ مؤثر ثابت ہو سکتا ہے۔

(ز) خلاصۂ تحقیق

رینڈ کارپوریشن کی اس تحقیق میں 1968 سے 2006 تک فعال رہنے والی 648 عسکری تنظیموں کا جائزہ لیا گیا۔ ان میں سے 268 تنظیمیں ختم ہوئیں، 136 مختلف دھڑوں میں تقسیم ہوئیں اور 244 تنظیمیں 2006 تک فعال رہیں۔

ختم ہونے والی 268 تنظیموں میں 43 فیصد سیاسی عمل میں شامل ہو کر، 40 فیصد پولیس اور انٹیلی جنس کارروائیوں کے ذریعے، 7 فیصد بنیادی طور پر فوجی طاقت کے ذریعے ختم ہوئیں، جبکہ 10 فیصد اپنے مقاصد حاصل کرنے کے بعد ختم ہوئیں۔

مختصر ترین الفاظ میں، اس تحقیق کا نتیجہ یہ تھا کہ عسکری تنظیموں کے خاتمے میں سیاسی عمل، مذاکرات، پولیس اور انٹیلی جنس کارروائیوں کا کردار باقاعدہ فوجی طاقت کے مقابلے میں کہیں زیادہ نمایاں رہا۔

2۔ عملی میدانی حقائق اور اصول جن کا خیال رکھنا ضروری ہے

مندرجہ بالا شماریاتی جائزوں کے ساتھ ساتھ عملی میدانی حقائق بھی اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ عسکری تنظیمات اپنے وجود، بقا اور تسلسل کو یقینی بنانے کے لئے روزمرہ کی حکمت عملی میں متعدد دیگر اہم امور کو پیش نظر رکھیں۔ محض عسکری یا سیاسی میدان میں متحرک ہونا کافی نہیں ہوتا، بلکہ تنظیم کو شکست اور زوال سے بچانے کے لئے داخلی نظم وضبط، عوامی روابط اور استخباراتی بیداری جیسے بنیادی اصولوں پر عمل پیرا ہونا ناگزیر ہے۔ ذیل میں ایسے ہی کلیدی نکات بیان کروں گا جن کا ادراک اور پاسداری کسی بھی عسکری تنظیم کے لئے انتہائی ضروری ہے۔

(۱) جب کوئی تنظیم کسی علاقے میں سرگرمیاں شروع کرے تو مجاہدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مشران (قائدین) کی حفاظت کریں اور ان پر اعتماد رکھیں، جب تک کہ وہ کھلم کھلا ایسے اعمال کا ارتکاب نہ کرنے لگیں جو تنظیم کے زوال کا سبب بنتے ہوں، یا ایسی غلط پالیسیاں نہ بنانے لگیں جو تنظیم کے خاتمے کا باعث بنیں۔

(۲) اپنے علاقوں میں مالیاتی ذرائع پیدا کریں۔ جس تنظیم کے اپنے علاقوں میں مالیاتی ذرائع ہوں، اس کی شکست کے امکانات ایک چوتھائی حد تک مزید کم ہو جاتے ہیں۔

(۳) اپنی مظلومیت کو میڈیا پر لازماً اجاگر کریں۔

(۴) دشمن کے مظالم کو میڈیا پر عام کریں، جس کے نتیجے میں عوامی حمایت حاصل ہو گی۔ دشمن کے مظالم کا بیان خود تنظیم کی تبلیغ و تشہیر ہے۔

(۵) دشمن کے ہر پروپیگنڈے کا لازمی توڑ کریں اور مؤثر جواب دیں، تاکہ عوام آپ سے بدظن نہ ہوں۔

(۶) دشمن کے استخباراتی پروگراموں اور چالوں کو ناکام بنانے کے لیے ہمہ وقت چاق وچوبند رہیں۔

(۷) دشمن کے اندر نفوذ پیدا کرنے کی سو فیصد کوشش کریں۔ اس کے دو فائدے ہیں:

اول: اس کے ذریعے دشمن کے جاسوسوں اور اس کے منصوبوں کا علم ہو گا، جنہیں ناکام بنانے کے لیے تنظیم کا شعبۂ استخبارات جوابی منصوبے تیار کر سکے گا، اور نتیجتاً دشمن کے شر سے تنظیم اور اس کے افراد محفوظ رہیں گے۔

دوم: تنظیم کو دشمن کی صفوں میں رہتے ہوئے اس کے خلاف تخریبی کارروائیاں کرنے کا موقع ملے گا اور دشمن کے اہم اہداف پر حملے کرنے میں کامیابی حاصل ہو گی۔

(۸) عوام میں اپنی حمایت برقرار رکھنا لازم ہے، ورنہ شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔

(۹) جس جگہ عوام کو نقصان پہنچتا ہو وہاں دشمن پر حملہ نہ کریں، کیونکہ نقصان پہنچنے کی صورت میں عوام کمزور فریق ہی سے زیادہ گلہ کرتی ہے، جس سے عوام میں مسلح تنظیم کے خلاف نفرت پھیلتی ہے۔

(۱۰) تنظیم کوشش کرے کہ اپنے بیس کیمپ کو اس انداز میں استعمال کرے کہ وہاں موجود حامی حکومت یا آبادی، دشمن کے دباؤ کی وجہ سے تنظیم پر دباؤ نہ ڈالے اور نہ ہی اس پر پابندیاں عائد کرے۔

(۱۱)اپنا موقف، منہج، مقصد اور منزل اس طرح متعین کریں کہ لوگ بآسانی سمجھ سکیں اور ساتھ دینے میں متردد نہ ہوں۔
(۱۲)کسی بھی تنظیم کے لیے ضروری ہے کہ اس کے مشران باصلاحیت اور قابل اعتماد ہوں، تاکہ لوگ ان پر جلد بھروسہ کر سکیں۔
(۱۳)کسی بھی تنظیم کے لیے ضروری ہے کہ کامیابی سے قبل حتی الامکان عوام پر حکمرانی کی کوشش نہ کرے، کیونکہ اس صورت میں عوام کے بعض مفادات کو نقصان پہنچتا ہے، جس سے عوام میں مسلح تنظیم کے خلاف نفرت پیدا ہوتی ہے۔

3۔جب عسکری تنظیم پر پریشر آئے تو اسے کیا کرنا چاہئے؟

جب کسی تنظیم پر دباؤ (پریشر) آتا ہے، تو وہ محض اس دباؤ کی وجہ سے ختم یا شکست سے دوچار نہیں ہوتی، بلکہ اس کے اراکین اور رہنما ایسی حکمت عملی اپنا لیتے ہیں جو اس کے زوال کا سبب بنتی ہے۔ مثلاً وہ ایسے سمجھوتے یا تنزلات اختیار کر لیتے ہیں یا ان کا ردِ عمل ایسی بنیادوں پر ہوتا ہے جو مزید کمزوری کا باعث بنتا ہے، نیز وسائل کی کمی (مالی کمزوری) بھی اس کا ایک سبب بنتی ہے۔

دباؤ کے وقت ردِ عمل کے لحاظ سے تنظیموں کی چار اقسام ہیں:

(الف) پہلی قسم: جب اس پر دباؤ آتا ہے تو یہ تنظیم بھی شدید دباؤ ڈالنے کی کوشش کرتی ہے اور جنگ میں شدت لاتی ہے تاکہ دشمن پر یہ ظاہر کر سکے کہ وہ کمزور نہیں ہے، مقابلہ کر سکتی ہے اور جنگ سے مرعوب نہیں ہوئی۔ وہ اپنی سرگرمیاں (فعالیت) تیز کرتی ہے اور اپنے کارکنوں کو بھی یہ باور کراتی ہے کہ ہم مضبوط ہیں تاکہ ان کا حوصلہ کمزور نہ ہو، کیونکہ جب جنگجوؤں کا حوصلہ ٹوٹ جائے تو نتیجہ شکست کی صورت میں نکلتا ہے۔

اس تناظر میں تنظیم کو اپنے کارکنوں پر نظر رکھنی چاہیے تاکہ وہ قواعد وضوابط (لوائح) کی پاسداری کریں اور تنظیم عوامی حمایت سے محروم نہ ہوں۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اگر سرگرمیاں تیز کرنے سے دشمن کی فوج کا نقصان زیادہ ہو رہا ہو، تو ایسی صورت میں جنگ کو مزید تیز کیا جائے تاکہ فوج پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو۔ اسی طرح اگر حکومت اور فوج کا رویہ کمزور دکھائی دے اور وہ یہ سمجھیں کہ جنگ کے ذریعے کامیابی حاصل نہیں کی جا سکتی، تو اس صورت میں تنظیم کو اپنی سرگرمیاں مزید تیز کر دینی چاہئیں۔ اور اگر فوج کا عزم مضبوط بھی ہو، تب بھی لازمی ہے کہ تنظیم اپنی فعالیت سو فیصد تیز کر دے تاکہ زیادہ نقصانات کے باعث دشمن کے حوصلے پست ہو سکیں۔

(ب) دوسری قسم: وہ تنظیم جو دباؤ کے نتیجے میں اپنی سرگرمیاں کم کر دیتی ہے، آمنے سامنے کے مقابلے سے پیچھے ہٹتی ہے اور اپنی بقا کو ترجیح دیتی ہے۔ وہ اپنے اراکین کو منتشر کر کے محفوظ مقامات تک پہنچاتی ہے، اپنی مرکزیت ختم کر دیتی ہے اور ایسے اداروں یا محاذوں کو چھوڑ دیتی ہے جنہیں سنبھالنا ممکن نہ ہو، کیونکہ جنگ کے اخراجات اور افرادی نقصان بہت زیادہ ہوتا ہے۔

اس صورت میں اس جماعت کے رہنماؤں کو چند اہم مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے:

۱. گروہی انتشار: بعض رہنما اور کارکن تشدد کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں، جبکہ دیگر اختلاف کر کے الگ ہو جاتے ہیں۔

۲. عوامی حمایت کا خاتمہ: عوام ساتھ دینا چھوڑ دیتے ہیں۔

اس صورت میں تنظیم کے اندر شکست وریخت پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا، ذمے داران کا فریضہ ہے کہ ایسی پالیسی اپنائیں جو انہیں کامیابی سے ہمکنار کر سکے۔ مثلاً:

اپنا پروگرام اور منصوبے خفیہ رکھیں۔

عام شہریوں کو نقصان سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں تاکہ عوامی حمایت بحال ہو سکے۔

گوریلا (گھات لگا کر) جنگ کا راستہ اختیار کریں تاکہ تمام کارکنان مصروف رہیں اور باہمی اختلافات سے بچے رہیں۔

ان حالات میں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اختلاف کرنے والے اور عام لوگ کس حد تک ساتھ دے رہے ہیں۔ اگر بہادر اور جذباتی اراکین ساتھ دینے پر تیار ہوں، تو گوریلا جنگ شروع کی جائے اور عوام کے ساتھ ایسا رویہ رکھا جائے کہ وہ کم از کم مخالفت نہ کریں۔

دوسرا راستہ یہ ہے کہ اس وقت کا انتظار کیا جائے جب دشمن کی فوج کمزور ہو جائے یا حکومت اس علاقے سے نکل جائے، اور پھر اپنی فعالیت دوبارہ شروع کی جائے۔ بہر حال، خواہ سرگرمیاں تیز کی جائیں یا کم، توازن برقرار رکھنا لازمی ہے۔

(ج) تیسری قسم: وہ تنظیم جو دباؤ برداشت نہ کر سکنے کے باعث مکمل طور پر ختم یا تحلیل ہو جاتی ہے۔

(د) چوتھی قسم: وہ تنظیم جو دباؤ کے نتیجے میں مذاکرات کا راستہ اختیار کرتی ہے۔ وہ بسا اوقات کمزور یا نامساعد شرائط پر بھی راضی ہو جاتی ہے، جو بالآخر اس کے زوال یا خاتمے کا باعث بنتی ہے۔

4۔ ایک لمحہ فکریہ

یہاں ایک اہم فرق سمجھنا ضروری ہے: کسی تنظیم کا میدانِ جنگ میں عارضی طور پر کامیاب ہونا اور طویل مدت تک کامیاب رہنا دو الگ باتیں ہیں۔ بہت سے عسکری گروہ شروع میں تیزی سے پھیلتے ہیں، لیکن بالآخر وہ کمزور پڑ جاتے ہیں۔ اس کی چند اہم وجوہات ہیں جنہیں مد نظر نہ رکھنے کی وجہ سے فتح شکست میں بدل جاتی ہے یا تنظیم بالکل کمزور ہو جاتی ہے، جو درج ذیل ہیں:

(۱) ریاست اور ریاستی اداروں کی مضبوطی کو نظر انداز کرنا اور انہیں کمتر سمجھنا۔

(۲) مقامی حمایت کا کم ہونا۔

(۳) معیشت کا کمزور ہونا اور اس کی بہتری کے لیے کوشش نہ کرنا۔

(۴) انتظامی ڈھانچے کا کمزور ہونا۔

(۵) وسائل کا محدود ہونا۔

(۶) اپنے کارکنان کی سخت نگرانی نہ کرنا۔

(۷) تنظیم کے کارکنان کا قبل از وقت خود کو ظاہر (افشا) کر دینا، کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بس ان کی حکومت بن چکی ہے۔ تمام کارکنان کا خود کو ظاہر کر دینا انتہائی نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔

(۸) تھوڑی سی کامیابی کی صورت میں اپنی حکومت قائم کر لینا، اور پھر جب ریاست کی طرف سے تھوڑا سا دباؤ آئے تو علاقائی مشکلات کا حل ان کے پاس نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے عام جنگجوؤں اور عوام میں بددلی پیدا ہو جاتی ہے۔

5۔ کسی تنظیم کو کامیابی سے ہمکنار ہونے کیلئے کیا کرنا چاہئے؟

کسی بھی تنظیم کو کامیابی حاصل کرنے کے لیے چند امور کو اپنانا فرض ہے، جن کے بغیر اس کا کامیاب ہو کر عروج تک پہنچنا ناممکن ہے۔ کسی بھی گروہ کی کامیابی کے لیے صرف وسائل یا طاقت کا ہونا کافی نہیں، بلکہ اس کا کسی موجودہ سیاسی، نسلی، مذہبی یا معاشرتی تنازع سے جڑنا ضروری ہے۔ اسی طرح صرف نظریاتی وابستگی سے بھی بڑی تنظیم نہیں بنتی، بلکہ مقامی تعلقات، سیاسی اثر ورسوخ اور سماجی روابط انتہائی اہم ہیں۔ اگر کوئی گروہ کسی علاقے میں حکومت کی زبردستی یا ظلم کا فائدہ اٹھا سکتا ہے، تو دوسری طرف اپنی سخت پالیسیوں، تشدد اور ناقص انتظامی صلاحیت کے باعث اپنی عوامی حمایت بھی کھو سکتا ہے۔

(۱) صفوں کو متحد رکھنا: وحدت وہ جوہر ہے جس کی وجہ سے کسی تنظیم کو شکست دینا ایک مشکل امر بن جاتا ہے۔ ہمیشہ متحد جماعتوں ہی کو کامیابی ملی ہے، جبکہ اختلاف وانتشار کی صورت میں فتح شکست میں بدل جاتی ہے، یا پھر فتح کے بعد منتشر تنظیمیں آپس میں ہی دست و گریبان ہو جاتی ہیں۔

(۲) ایک ہی منظم قیادت کے تحت کام کرنا: کسی بھی تنظیم کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک ہی منظم قیادت کے تحت کام کرے۔ متعدد تنظیموں کے اتحاد سے کام نہیں چلتا، کیونکہ ہر ایک کے اپنے مفادات ہوتے ہیں۔ جیسے ہی کسی کے مفادات کو تھوڑا سا نقصان پہنچتا ہے، وہ راہِ فرار اختیار کر لیتا ہے؛ یا اگر اتحاد کی صورت میں کامیابی مل بھی جائے، تو فتح کے بعد مفادات کا ٹکراؤ سامنے آتا ہے جو بالآخر ان تنظیموں کو آپسی تصادم کی طرف لے جاتا ہے۔ جیسا کہ افغانستان میں روس کی شکست کے بعد سات تنظیموں کے درمیان یہی ہوا؛ وہ کئی سال تک اقتدار کے لیے ایک دوسرے سے لڑتی رہیں۔ کعبہ کے اندر اتفاق کے لیے حلف اٹھانے کے باوجود ان کے اختلافات ختم نہ ہوئے اور افغانستان میں طوائف الملوکی کا دور دورہ رہا، جہاں ہر زور آور نے اپنے علاقے میں الگ حکومت قائم کر لی۔ بالآخر عمر ثالث امیر المؤمنین ملا محمد عمر رحمہ اللہ کی قیادت میں ان عناصر سے افغانیوں کو نجات ملی۔

پھر امریکی مداخلت کی وجہ سے اکتوبر ۲۰۰۱ء میں امارتِ اسلامی کی حکومت ختم ہوئی اور وہاں کرزئی اور اشرف غنی کی صورت میں بیس سال جمہوری حکومت قائم رہی، لیکن امارتِ اسلامی نے ایک ہی قیادت کے تحت جدوجہد جاری رکھی۔ بالآخر بیس سالہ جدوجہد کے بعد ۱۵ اگست ۲۰۲۱ء کو دوبارہ کابل پر فتح حاصل ہوئی، پورا افغانستان امارتِ اسلامی کے کنٹرول میں آیا اور وہاں نظام قائم ہوا۔

(۳) کارکنان کی قیادت سے محبت اور اعتماد: کسی بھی تنظیم کے لیے یہ لازمی ہے کہ کارکنان کو اپنی قیادت سے محبت ہو اور اس پر کامل اعتماد ہو۔ ان دو چیزوں کے بغیر کامیابی ناممکن ہے، کیونکہ اعتماد اور محبت نہ ہونے کی صورت میں قربانی دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ جب کارکنان قربانی سے پیچھے ہٹتے ہیں اور راہِ فرار اختیار کرتے ہیں، تو مخالفین پر کامیابی کیسے مل سکتی ہے؟ نیز، محبت اور اعتماد کے فقدان سے اختلافات جنم لیتے ہیں، جس کا لازمی نتیجہ تفرقہ ہوتا ہے، اور تفرقہ پیدا ہو جائے تو کامیابی ناممکن بن جاتی ہے۔

(۴) منظم حکمتِ عملی: اپنی جدوجہد کو منظم انداز میں آگے لے جانا ضروری ہے۔ غیر منظم طریقے سے کی جانے والی جدوجہد اکثر اوقات شکست کا سبب بنتی ہے۔

(۵) غیر اخلاقی و غیر شرعی امور سے پرہیز: خاص طور پر مذہبی جماعتیں اپنے کارکنان کو غیر اسلامی اور غیر اخلاقی کاموں سے روکنے کی پوری کوشش کریں، کیونکہ ایسے اعمال کے باعث اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت ختم ہو جاتی ہے۔

(۶) عوامی حمایت کا حصول: کوئی بھی تنظیم اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک اسے عوامی حمایت حاصل نہ ہو۔ اس لیے ہر ممکن طریقے سے عوام کی تائید حاصل کرنا لازمی ہے۔ اس مقصد کے لیے ہر ایسے کام سے پرہیز کرنا چاہیے جس سے عوام یا ان کے مفادات کو نقصان

پہنچے۔ عوام کے جان و مال کا ہر حال میں پاس رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

(۷) عوامی مسائل کا حل: عوام کو اپنا بنانے کے لیے ان کی مشکلات اور مسائل کو حل کرنا ایک لازمی امر ہے۔

(۸) فلاح و بہبود کے کام: عوام کی فلاح و بہبود کے لیے اقدامات کرنے ہوں گے تاکہ وہ اپنا مستقبل تنظیم کے ساتھ وابستہ دیکھ سکیں۔

(۹) اپنے ماتحت متعلقین کا خیال رکھنا: اپنے ماتحت اور متعلقہ اراکین کا ہر حال میں خیال رکھنا لازمی ہے تاکہ وہ یکسو اور بے فکر ہو کر اپنے فرائض ادا کر سکیں۔

(۱۰) مضبوط نظریہ اور واضح مقصد: اپنے کارکنان کو ایک مضبوط نظریہ اور واضح مقصد دینا فرض ہے تاکہ ان کی جدوجہد محض ذاتی مفادات یا وقتی جذبات کے بجائے ایک ٹھوس نظریے پر مبنی ہو۔

(۱۱) مستحکم معیشت و مالیات: کسی بھی تنظیم کی کامیابی کے لیے مضبوط معیشت (اقتصاد) کی ضرورت ہوتی ہے۔ مالی استحکام کے بغیر مقصد تک پہنچنا ناممکن ہے۔ اسی لیے مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے 'معارف القرآن' میں لکھا ہے کہ کامیابی اور اقتدار تک پہنچنے کے لیے ''زور اور زر'' (طاقت اور مال) دونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۱۲) خود کفیل معیشت کا قیام: معاشی استحکام کے لیے ضروری ہے کہ وسائل اپنے ہی علاقے سے حاصل کیے جائیں، کیونکہ بیرونی امداد مفادات پر مبنی ہوتی ہے اور کسی بھی وقت بند ہو سکتی ہے۔ اس کے لیے مختلف ذرائع اختیار کیے جا سکتے ہیں؛ مثلاً تنظیم خفیہ طور پر اپنے تجارتی امور کا بندوبست کرے، عوام کے باثروت اور مالدار طبقے کو نظریاتی طور پر اپنے ساتھ ملائے تاکہ وہ امداد و تعاون کریں، اور مقامی معدنیات کے اخراج و استعمال پر توجہ دے۔ تاہم، یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ معدنیات میں سے مقامی آبادی کو بھی ان کا حصہ دیا جائے تاکہ وہ مخالفت کا راستہ نہ اپنائیں۔

(۱۳) مقامی ماحول اور سفارتی بصیرت کے مطابق سیاست: کسی بھی تنظیم کو ایسی حکمتِ عملی اور سیاست اپنانی ہو گی جو اس خطے کے ماحول اور روایات کے مطابق ہو اور وہاں کے مکینوں کو ساتھ لے کر چل سکے۔ ہر علاقے کا اپنا ماحول اور مزاج ہوتا ہے؛ مثلاً پختون بیلٹ میں عرب خطے کی سیاست کارگر نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اس بات کا بھی خیال رکھنا ہو گا کہ عالمی سطح پر آپ کی سیاست کو کس نظر سے دیکھا جا رہا ہے، آیا دنیا اور ہمسایہ ممالک کو آپ کی پالیسیاں قابلِ قبول ہیں یا نہیں، اور وہ آپ سے کسی قسم کا خطرہ تو محسوس نہیں کر رہے۔ داخلی و خارجی سیاست کے معاملے میں اسلامی تنظیموں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔

(۱۴) کلیدی عناصر کو نشانہ بنانا: تنظیم کے لیے ضروری ہے کہ وہ مخالفین کے اعلیٰ سطح کے کلیدی اور بااثر افراد ٹارگٹ کرے اور ان کی حکمتِ عملی کو ناکام بنانے پر توجہ دے، نہ کہ صرف عام اور معمولی افراد سے الجھنے میں وقت ضائع کرے۔

(۱۵) مخالفین کے مالی منابع کی روک تھام: مخالفین کے مالی ذرائع اور معاشی طاقت کو کمزور کرنے پر توجہ دی جائے، اور ان کی مالی و تجارتی راہوں پر کڑی نظر رکھی جائے۔ دلیل رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بنا پر غزوہ بدر لڑا ہے۔

(۱۶) رسد کے راستوں کو منقطع کرنا: مخالفین تک رسد پہنچانے والے راستوں کی ناکہ بندی کی جائے تاکہ ان کی سپلائی لائن متاثر ہو۔ اس کی وجہ سے مخالفین کو اپنی توانائی اور نفری زیادہ سے زیادہ ان راستوں کی حفاظت پر صرف کرنی پڑے گی، جس سے تنظیم کے لیے اقدام کے بہتر مواقع میسر آئیں گے۔

(۱۷) جدید ٹیکنالوجی کا استعمال: کسی بھی تنظیم کے لیے ضروری ہے کہ وہ دورِ حاضر کے مطابق مناسب جدید ٹیکنالوجی حاصل کرے اور اسے استعمال میں لائے تاکہ مقصد کے حصول میں آسانی ہو۔

(۱۸) اصولی سختی اور عملی نرمی: اپنے بنیادی منہج اور اصولوں پر سختی سے کاربند رہنا چاہیے، جبکہ عام اور روزمرہ کے امور میں نرمی و حکمت سے کام لینا چاہیے۔

(۱۹) کمزور پہلوؤں کا انتخاب: تنظیم کو چاہیے کہ وہ مخالفین کے کمزور نکات کی نشان دہی کر کے سب سے پہلے ان کے خلاف پر حکمتِ عملی تیار کرے۔

(۲۰) عوامی محرومیوں کا درست استعمال: جہاں عوام کو بدحالی، ناانصافی، سیاسی، معاشی یا سماجی مظالم کی شکایت ہو یا وہ موجودہ نظام سے بے اعتماد ہوں، وہاں تنظیم کو اپنی سرگرمیاں اور حکمتِ عملی مؤثر بنانی چاہیے۔

(۲۱) مقامی حمایت کا وجود: ان علاقوں کو ترجیح دی جائے جہاں کم از کم کچھ نہ کچھ مقامی حمایت پہلے سے موجود ہو۔

(۲۲) مضبوط تنظیمی ڈھانچہ اور بروقت فیصلے: ایک مضبوط تنظیمی ڈھانچہ اور بروقت فیصلہ سازی کسی بھی تنظیم کو قائم رکھنے اور کامران بنانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

(۲۳) نئے اراکین کی بھرتی اور منظم دعوت: جس طرح کسی تنظیم کے لیے مالی وسائل کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح نئے اراکین کی شمولیت بھی لازمی ہے۔ لہذا تنظیم کے ذمہ داران نئے افراد کی بھرتی کے لیے ایک مستقل اور منظم پروگرام بنائیں اور اپنے پیغام کی اشاعت کو تیز کریں۔

(۲۴) محفوظ مراکزی مقامات/پناہ گاہیں: کسی بھی تنظیم کی بقا اور کامیابی کے لیے محفوظ مراکز، مقامات یا ایسے دشوار گزار علاقوں کی موجودگی ضروری ہے جہاں مخالفین کی رسائی مشکل ہو۔

(۲۵) آسان فہم بیانیہ: ایک واضح، آسان فہم بیانیہ اور مؤثر ابلاغ تنظیم کو عوامی حمایت حاصل کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

(۲۶) تعاون اور اتحادی نیٹ ورک: کسی بھی تنظیم کے لیے بیرونی یا اندرونی سطح پر سیاسی یا مالی تعاون اس کی صلاحیت اور اثر و رسوخ میں خاطر خواہ اضافہ کر سکتا ہے۔

6۔ ذاتی تجربات سے حاصل شدہ اہم اسباق:

میں نے اپنی زندگی میں جن حوادث کا سامنا کیا ہے اور جو کچھ اپنی زندگی میں دیکھا ہے، اس کے نتیجے میں نیچے لکھے گئے وہ جواہرات ہیں جو میں اپنے تجربات کے نچوڑ کے طور پر لکھ رہا ہوں تاکہ کوئی مسلمان اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

(الف) جاہل، نادان اور دشمن سے برتاؤ اور حکمتِ عملی

نااہل اور جاہل شخص سے بحث کرنے اور بے عزت یا کم اصل لوگوں کے ساتھ خود کو برابر کرنے سے پرہیز کریں۔

کم عقل شخص کے ساتھ اپنی عقل تقسیم کریں، اور اس کے برے اعمال کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور خود اس عمل سے بچیں۔

پیٹھ پیچھے غیبت اور حسد کرنے والے دشمنوں سے اپنے راز چھپائیں اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک جاری رکھیں۔

مخالفین کی اصلاح کے لیے نرمی اور سختی کا متوازن انداز اپنائیں، ان کے لیے اپنے دروازے کھلے رکھیں اور انہیں ان کی غلطی کے نتائج کا احساس ہونے کی مہلت دیں۔

اگر مخالفین کی صفوں میں تفریق پیدا ہو، تو ان کے مقابلے میں کھڑے نہ ہوں بلکہ ان میں سے ہر ایک کو حسنِ سلوک اور ان کی ذاتی ضروریات و مفادات پورا کر کے اپنے قریب کرنے کی کوشش کریں۔

(ب) دوستی، تعلقات اور معاشرتی اخلاق

سچا دوست وہ ہے جو آپ کی خوشی و غم کو اپنا سمجھے، مشکل میں کام آئے، رازدار رہے اور آپ کی غلطی کی اصلاح کرے؛ جبکہ منافق، غیبت کرنے والے اور حسد رکھنے والے سے دور رہیں۔

جو شخص صرف خوشی کے دنوں کا ساتھی ہو لیکن آزمائش میں ساتھ چھوڑ دے، یا آپ کے ساتھ مشکل میں احسان کا بدلہ کما حقہ نہ دے، وہ مفاد پرست ہے؛ اس پر کبھی بھروسہ نہ کریں۔

جو شخص ایک بار دھوکا دے، اعتماد توڑے یا آپ کو اپنے مفاد کے لیے استعمال کرے، اس پر دوبارہ کبھی بھروسہ نہ کریں اور اس پر کڑی نظر رکھیں۔

اپنے قریبی دوست سے غصے کی حالت میں بات نہ کریں اور غصے میں اس کی جانب سے پہنچنے والی کڑوی بات کو دل پر نہ لیں تاکہ دوستی قائم رہے۔

تمام لوگوں کے ساتھ ان کی عقل اور منصب کے مطابق برتاؤ کریں، سب کے کام آئیں، لیکن پھر بھی خود کو ایک مناسب فاصلے پر رکھیں۔

لوگوں کی مشکلات حل کرنے کا ایسا وعدہ کبھی نہ کریں جو آپ کے بس میں نہ ہو، ورنہ بداعتمادی پیدا ہو گی۔

صرف کسی ایک شخص کی شکایت سن کر اپنوں سے متنفر نہ ہوں؛ ہر کسی کی بات سنیں لیکن مانیں صرف وہی جو سچ ہو۔

کسی کی تذلیل اور ہتکِ عزت کبھی نہ کریں، کیونکہ عزتِ نفس پر لگنے والی چوٹ انسان عمر بھر نہیں بھولتا۔

جو شخص آپ سے کنارہ کشی اختیار کرے یا آپ کی قدر نہ کرے، اس سے فاصلہ اختیار کریں تاکہ وہ آپ کو اپنے سے مستغنی پائے۔

(ج) حکمرانی، قیادت اور نظم وضبط

حکومت واقتدار کی بقا انصاف، راست گوئی اور ظلم کا راستہ روکنے میں ہے؛ رعیت پر زبردستی اور ظلم کرنے سے صرف نفرتیں جنم لیتی ہیں۔

قیادت کا اصل راز عوام کا اعتماد برقرار رکھنے، ان کے مفادات کا خیال رکھنے اور ان کے غم وخوشی میں شریک ہونے میں ہے۔

قوم وملک کے معززین اور رہنماؤں کو اعتماد میں لے کر حکومت کریں اور عسکری طبقے کو ہمیشہ مصروف رکھیں۔

کسی تنظیم یا قوم کی ذمہ داری ہو تو ہر چھوٹی بڑی بات سے باخبر رہیں اور تمام خلاف ورزیوں کا بروقت سدِباب کریں۔

اپنے کارکنوں سے خفیہ مشورے کریں اور ایسی فضا بنائیں کہ ہر ساتھی خود کو آپ کا سب سے زیادہ محبوب سمجھے۔

اقتدار ملنے کے بعد ظالم بننے، مفاد پرستی کا شکار ہونے اور جن لوگوں کی مدد سے اوپر پہنچے ان کو بھلا کر چاپلوسوں کو قریب کرنے والی بے وفائی سے بچیں۔

(د) ذات، توکل اور ایمانی حقائق

*- اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کریں، اپنے اعمال کا بدلہ صرف اللہ تعالیٰ سے مانگیں اور مظلوم ہونے کی صورت میں اللہ کی طرف رجوع کریں، فتح آپ ہی کی ہو گی۔

*- اپنے اوپر ظلم یا زیادتی کرنے والوں کا معاملہ اللہ کے سپرد کریں اور خود انتقام لینے سے گریز کریں۔

*- اپنے گناہوں اور غلطیوں پر فکر وپشیمانی کے ساتھ توبہ کریں اور دوبارہ نہ کرنے کا عہد کریں۔

*- قوم وجماعت کی جتنی بھی خدمت کریں گے، مخالفین بڑھیں گے اور اپنوں سے بھی ڈسے جائیں گے، مگر مایوس ہوئے بغیر اور میدان چھوڑے بغیر کام جاری رکھیں۔

*- انسان کی فطرت ہے کہ وہ احسان جلد بھول جاتا ہے اور برائی عمر بھر یاد رکھتا ہے؛ نیز پرایا وطن انسان کی قدر ومنزلت کم کر دیتا ہے۔

تاریخی وسیاسی نادانیوں سے سبق حاصل کریں؛ سادہ لوحی میں دوسروں کی ڈھال بننے اور استعمال ہو کر آدھے راستے میں چھوٹ جانے سے بچیں جیسا کہ ماضی میں قبائلی اور ہندوستانی مسلمانوں کے ستھ ہوا۔

*- قبائلی عوام اپنی سادگی، خلوص اور دینی وابستگی کے حوالے سے معروف ہیں، تاہم تاریخی تجربات بتاتے ہیں کہ بعض ادوار میں ان کے اعتماد اور قربانیوں سے دوسروں نے فائدہ اٹھایا، جبکہ مشکل وقت میں انہیں تنہا چھوڑ دیا گیا۔

*-امیر عبدالرحمن خان کے دور کی سرحدی سیاست، غازی امان اللہ خان کے عہد میں قبائل کی صورتحال، 2001ء سے 2021ء تک کی جنگ اور برصغیر کے مسلمانوں کے بعض تجربات اس حوالے سے قابلِ غور ہیں۔

ان واقعات کا مقصد کسی پر الزام عائد کرنا نہیں، بلکہ تاریخ سے سبق حاصل کرنے کی ضرورت اجاگر کرنا ہے، تاکہ آئندہ محض جذبات اور اعتماد کی بنیاد پر ایسے فیصلے نہ کیے جائیں جن کے نتائج خود بھگتنا پڑیں۔ مزید تاریخی مطالعے کے لیے کتاب وزیرستان تمزائے میں محسود قبیلے کی افغانستان میں آبادکاری اور مختلف علاقوں میں منتشر ہونے سے متعلق بحث دیکھی جاسکتی ہے۔

7۔ خلاصہ کلام

حاصلِ کلام یہ ہے کہ عسکری تنظیمات کی بقا، پیش رفت اور کامرانی محض جذبات، نعروں یا صرف عسکری طاقت کے استعمال پر منحصر نہیں ہوتی، بلکہ یہ گہرے تدبر، تاریخی و سائنسی حقائق کے ادراک اور دور اندیش حکمتِ عملی کی محتاج ہے۔ رینڈ کارپوریشن کی تحقیق کے نتائج اس بات کا اہم ثبوت ہیں کہ محض فوجی قوت سے عسکری تنظیموں کا خاتمہ صرف ۷ فیصد معاملات میں ہی ممکن ہو سکا، جبکہ سیاسی تدابیر، انٹیلی جنس کارروائیوں اور عوامی تائید کا کردار کہیں زیادہ نمایاں رہا ہے۔

کسی بھی تنظیم یا تحریک کو زوال سے بچانے اور کامیابی کی منزلت تک پہنچانے کے لیے درج ذیل بنیادی اصول سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں:

*- وحدت صفوف اور ایک قیادت: صفوں میں اتحاد، آپسی تفرقے سے بچاؤ اور ایک ہی منظم قیادت کے تحت کام کرنا شکست کو فتح میں بدلنے کی بنیادی شرط ہے۔

*- عوامی حمایت اور خدمت: عوام کے جان و مال کی حفاظت، ان کے مسائل کا حل اور ان کے ساتھ حسنِ اخلاق ہی تحریک کی بقا اور کامیابی کی حقیقی ضمانت ہے۔

*- معاشی و استخباراتی بیداری: اپنے خطے سے مالی وسائل پیدا کرنا، دشمن کے پروپیگنڈے اور نفوذ کا بروقت توڑ کرنا اور اپنے نیٹ ورک کو محفوظ رکھنا ناگزیر ہے۔

*-ایمانی و اخلاقی پاسداری: غیر شرعی و غیر اخلاقی امور سے مکمل پرہیز، اخلاص اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل توکل ہی وہ حقیقی روح ہے جو نصرتِ الٰہی کو متوجہ کرتی ہے۔

المیہ یہ ہے کہ بغیر سنجیدہ منصوبہ بندی کے اختیار کی گئی حکمتِ عملی اکثر وقتی کامیابی تو دیتی ہے لیکن طویل المدت میں زوال کا باعث بنتی ہے۔ لہٰذا، تاریخی جائزوں اور عملی تجربات کے اس نچوڑ سے سبق حاصل کرتے ہوئے اگر تنظیمات اپنے عسکری، سیاسی اور اخلاقی رویوں میں توازن قائم رکھیں، تو وہ نہ صرف شکست اور زوال سے محفوظ رہ سکتی ہیں بلکہ اپنے اعلیٰ مقاصد کے حصول میں بھی کامران ہو سکتی ہیں۔